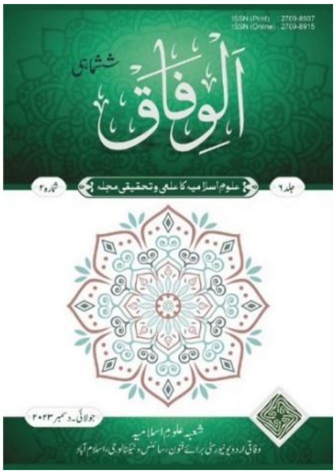

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 6, Issue 2 (July - December 2023)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i2
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article	حدود وقصاص میں عورتوں کی گواہی: فقہی آراء کا تجزیہ Women's Testimony in Hadūd and Qisās: An Analysis of Jurisprudential Opinions	Indexing
Authors	Moazzan Shah	
Affiliations	Allam Iqbal Open University, Islamabad.	
Published	31 December 2023	
Article DOI	https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i2.u5	
QR Code		
Citation	Moazzam Shan, “حدود وقصاص میں عورتوں کی گواہی: فقہی آراء کا تجزیہ Women's Testimony in Hadūd and Qisās: An Analysis of Jurisprudential Opinions” *Al-Wifaq*, no. 6.2 (December 2023): 67–78, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i2.u5.	
Copyright Information:	Women's Testimony in Hadūd and Qisās: An Analysis of Jurisprudential Opinions © 2023 by Moazzan Shah is licensed under CC BY 4.0	
Publisher Information:	Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.	

حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی: فقہی آراء کا تجزیہ

Women's Testimony in Hadūd and Qisās: An Analysis of Jurisprudential Opinions

ڈاکٹر حافظ معظم شاہ

لیکچرر، شعبہ شریعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

This topic explores the evidence of women in Hadūd and Qisās, which are legal concepts in Islamic law. In the judicial system, testimony or eyewitness evidence plays a vital role in solving criminal cases. Hudood refers to punishments prescribed for certain crimes, such as theft, adultery, and alcohol consumption, while Qisās pertains to the principle of retribution or equal punishment for crimes involving bodily harm or murder. The objective of this study is to examine the presence and role of women within these legal frameworks.

Through an analysis of Islamic jurisprudence and historical sources, this research aims to provide an overview of the evidence regarding women's involvement in Hadūd and Qisās.

By examining legal interpretations and scholarly opinions, this study seeks to shed light on the evidence of women within the context of Hadūd and Qisās. The findings will contribute to a better understanding of the role of women in Islamic legal systems and the potential implications for gender equality and justice.

Overall, this research aims to provide a comprehensive analysis of the evidence of women in Hadūd and Qisās, highlighting the complexities and nuances of their involvement within these legal frameworks.

KEY WORDS:

Women's Testimony, Shahadah, Jurisprudential Opinions, Hadūd, Qisās.

حقوق اور جرائم کے اثبات میں گواہی کا بنیادی کردار ہے۔ اسلام کے نظام جرم و سزا میں گواہی اہمیت کی حامل ہے۔ البتہ جمہور فقہا کے ہاں عورت کی گواہی حدود اور قصاص کے معاملات میں حد کے اثبات کے لیے قابل قبول نہیں۔ البتہ بعض قدیم و معاصر فقہا کے ہاں عورت کی گواہی حدود و قصاص میں بھی معتبر ہے۔ اس بحث میں عورت کی گواہی کے سلسلے میں فقہی آرا کا جائزہ پیش کیا ہے۔

شہادت کا لغوی معنی

لغت میں شہادت کے مختلف معانی آتے ہیں چنانچہ اس کا معنی کسی مقام پر حاضری، کسی چیز کے بارے میں مطلع ہونا اور

کسی چیز کی وضاحت اور بیان بھی آتا ہے۔[1] نیز یہ حلف لینے یعنی قسم اٹھانے کے معنی میں آتا ہے جیسے اشہدُ باللہ۔ اسی طرح اس کا معنی مصدقہ خبر بھی آتا اور یہی آخری معنی ہماری اس بحث سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

شہادت کا اصطلاحی معنی:

ابن الہمام نے شہادت کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے

إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القضاء[2]

"مجلس قضا (قاضی کی عدالت) میں کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے لفظ شہادت کا استعمال کرتے ہوئے سچی خبر دینا"

ابن عرفہ الدسوقی نے شہادت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے

الشَّهَادَةُ إخْبَارُ حَاكِمٍ عَنْ عِلْمٍ لِيَقْضِيَ بِمُقْتَضَاه[3]

"حاکم کو علم کی بنیاد پر کوئی خبر دینا تاکہ وہ اس خبر کے مطابق فیصلہ کرے"

مجلہ الاحکام العدلیہ میں تعریف درج ذیل الفاظ میں بیان کی گئی۔

الشهادة هي الإخبار بلفظ الشهادة يعني يقول: أشهد بإثبات حق أحد الذي هو في ذمة الآخر في حضور القاضي ومواجهة الخصمين[4]

"شہادت کا مطلب ہے لفظ شہادت کا استعمال کرتے ہوئے کسی چیز کو گواہی دی جائے۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ قاضی اور فریقین (مدعی اور مدعی علیہ) کی موجودگی میں کہے کہ میں ایک فریق کے حق کی دوسرے فریق کے ذمے ہونے کی گواہی دیتا ہوں"

مندرجہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ گواہی کے لیے چند امور کا ہونا ضروری ہے:

1. بعض تعریفات سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ لفظ شہادت کا استعمال کیا جائے گا۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ "اشہد" کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ "اشہد" کے لفظ میں قسم کا معنی بھی شامل ہے اس کا مطلب یہ ہے گواہ یوں کہتا ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے یہ معاملہ یا واقعہ اسی طرح دیکھا ہے اور اب میں اس کی خبر دے رہا ہوں۔

1۔ احمد بن محمد بن علي الفيومي، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، (بيروت: المكتبة العلمية، س ن)، 324/1.

2۔ كمال الدين محمد بن عبد الواحد ابن الهمام، فتح القدير على الهداية (بيروت: دار الفكر، 1970)، 364/7.

3۔ محمد بن أحمد بن عرفة الدسوقي، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير (بيروت: دار الفكر، س ن)، 165/4.

4۔ لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية، مجلة الأحكام العدلية (کراتشی: نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب، س ن)، 339.

2. شرعاً شہادت وہ ہے جو قاضی کی مجلس میں یعنی جج کی عدالت میں دی جائے۔
3. شہادت وہ ہے جس میں یہ خبر دی جائے کہ ایک شخص کا حق دوسرے شخص کے ذمے ہے.
4. جو خبر دی جائے وہ یقینی ہو اس میں شک و شبہ نہ ہو۔ لہٰذا گواہی وہ شخص دے گا جس نے خود حالات کا فائدہ کیا ہو۔

قرآن وحدیث کی رو سے شہادت کی مشروعیت:

اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ [5]

"اور جب تم خرید وفروخت کرو تو گواہ قائم کرو"

اسی آیت میں ارشاد ہے مردوں میں سے دو گواہوں قائم کرہ، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہی دینے کے لیے پیش کرو۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ شہادت نہ چھپاؤ اور جو شہادت کو چھپائے تو یقیناً، اس کا دل گناہ گار ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ کی ذات اس سے خوب باخبر ہے۔[6]

واشهدوا ذوى عدل منكم [7]

"اور اپنوں میں دو عادل (نیک) شخصوں کو گواہ بنالو"

ان آیات سے گواہی اور شہادت کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے مزید براں آیات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حقوق کی حفاظت اور حقوق کے اثبات کے لیے گواہی شریعت میں قابل اعتبار ذریعہ ہے۔

کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے درمیان کئی فیصلے گواہی کے ذریعے فرمائے جیسے امام بخاریؒ اشعث بن قیس کی روایت نقل کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میرے اور ایک دوسرے شخص کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو گیا۔ ہم دونوں مقدمہ لیکر دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں مجھ سے فرمایا کہ یا تو گواہ پیش کرو یا تمھارے مخالف فریق کی قسم معتبر ہوتی۔[8]

گواہی دینے کا شرعی حکم:

شرعاً گواہی دینا فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

5۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 282:2

6۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 283:2

7۔ القرآن، سورۃ الطلاق، 2:65

8۔ أبو عبد اللہ محمد بن إسماعيل بخاري، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422) باب الیمین علی المدعی علیہ فی الأموال، حدیث: 2669.

وأقیموا الشهادة لله[9]

"اللہ کے لیے گواہی قائم کرو"

اور اسی طرح اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

ولا یأب الشهداء إذا ما دعوا[10]

"اور گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں"

گواہی فرض کفایہ اس لئے ہے کے اصل مقصود حق کی حفاظت ہے۔ لہٰذا جب ایک پوری جماعت میں سے چند لوگوں کے گواہی دے دی تو مقصد پورا ہو گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ گواہی امانت ہے۔ اور امانت کی ادائیگی لازم ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو گواہی ایک ذمہ داری ہے۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گواہی دینا حق نہیں۔ چنانچہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ تحمل شہادت اور اداء شہادت دونوں فرض کفایہ ہیں اور دلیل میں مذکورہ بالا آیت ذکر کہ ہے۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بیشک اس کا دل گناہ گار ہے۔ پھر شہادت ایک امانت ہے اور دیگر امانتوں کی طرح اس کی ادائیگی ضروری ہے[11]

البتہ اگر گواہوں تعداد کم ہو جو صرف گواہی کے نصاب تک پہنچی ہے تو اس صورت میں عام معاملات میں حقوق کی حفاظت کی خاطر گواہی دینا فرض عین ہو جاتا ہے۔ لیکن فقہانے تصریح کی ہے کہ حدود و قصاص کے معاملات میں مستحب یہ ہے کہ گواہی نہ دی جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول ﷺ سے بہت سی احادیث مروی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی پردہ پوشی افضل عمل ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں علامہ مرغینانی الہدایہ میں لکھتے ہیں۔

والشهادة في الحدود يخير فيها الشاهد بين الستر والإظهار[12]

"حدود میں گواہ کو اختیار ہے کہ گواہی دے یا دے پردہ پوشی کرتے ہوئے گواہی نہ دے"

فقہائے حنابلہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے حدود میں گواہی دینا لازم نہیں بلکہ مباح ہے۔[13] البتہ شریعت کے عام اصولوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مجرم عادی شخص ہو اور اس کی وجہ سے معاشرے کو نقصان کا خطرہ ہو تو ایسی

9۔ القرآن، سورۃ الطلاق، 2:65

10۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 282:2

11۔ ابو محمد عبداللہ بن أحمد بن محمد ابن قدامۃ، المغني (ریاض: دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1997)، 208/14.

12۔ أبو الحسن برھان الدین علي بن أبي بکر المرغیناني، الھدایۃ في شرح بدایۃ المبتدي (بیروت: دار احیاء التراث العربي، س ن)، 116/3.

13۔ ابراھیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد ابن مفلح، المبدع في شرح المقنع (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997)، 284/8.

صورت میں اس کے بارے میں ستر افضل نہیں بلکہ اس کے جرم کی گواہی دینا افضل ہو گا۔

گواہی کی اقسام

احکام کے اعتبار سے گواہی کی تین اقسام ہیں۔

ا۔ مالی امور میں گواہی

مالی امور میں عورتوں کی گواہی معتبر ہے تاہم ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا ضروری ہے۔ البتہ احناف کا موقف یہ ہے کہ حدود و قصاص کے علاوہ دیگر تمام مالی و غیر والی امور میں عورت کی گواہی معتبر ہے۔[14]

حنابلہ کے ہاں ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں تین مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ وہ صورت یہ ہے کہ اگر ایک شخص کے بارے میں یہ بات معروف ہو کہ وہ غنی یعنی امیر ہے۔ اور وہ سے فقیر ہونے کا دعویٰ کر کے زکوٰۃ طلب کرے تو اس کو مستحق ٹھہرانے کے لیے تین مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں فقہاء نے حنابلہ کی دلیل حضرت قبیصہ کی دلیل ہے۔ جس میں رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی ضرورت کے لیے مانگنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے جس میں ایک صورت ہے کہ جو شخص فاقوں پر مجبور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین عاقل لوگ گواہی دے دیں کہ فلاں شخص فاقوں کا شکار ہے۔[15]

۲۔ جرم وزنا کی گواہی

جرم زنا کے ثبوت کے لئے 4 گواہوں کا ہونا ضروری ہے چنانچہ اس سلسلے میں فقہاء قرآن کی درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار گواہ بنالو۔[16]

جرم وزنا کے ثبوت میں 4 مرد گواہوں کا ہونا لازمی ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس پر فقہا کا اجماع نقل کیا ہے۔[17] عورت کی گواہی جرم زنا کے ثبوت میں معتبر نہیں۔ فقہانے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عورت گواہی کے معاملے میں کمزور

14۔ محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي، المبسوط (مصر: مطبعة السعادة، س ن)، 144/16؛ المرغينان، الهداية في شرح بداية المبتدي، 116/3.

15۔ أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، صحيح مسلم (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1955)، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، حديث: 1044، 97/3.

16 القرآن، سورۃ النساء، 15:4

17۔ ابن قدامة، المغني، 126/14.

ہے اوراس کی طرف سے گواہی میں غلطی کا احتمال ہے۔ جس کہ وضاحت قرآن کریم میں کی گئی ہے۔[18] کہ دونوں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔ چنانچہ عورت کی طرف سے گواہی میں غلطی کا احتمال منصوص امر ہے۔[19]

۳۔ایسے امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہے

کچھ امور ایسے ہیں جن میں صرف عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہے۔اگرچہ اس میں ان کے ساتھ کوئی مرد گواہ نہ ہو۔ یہ ایسے امور ہیں جن کے بارے میں عموماً عورت کی بات وزن رکھتی ہے یا وہ معاملات عورتوں کی موجودگی میں انجام پاتے ہیں۔ جیسے کہ بچے کی ولادت یا رضاعت کے معاملات، یا کسی عورت کا پاکیزہ ہونا یا نہ ہونا۔اسی طرح عورت کے وہ عیوب جن کے بارے میں عورت ہی معلومات کر سکتی ہے۔[20]

البتہ کیا اس سلسلے میں کوئی تعداد شرط ہے؟ اس بارے میں فقہا کے مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول احناف کا ہے جس کے مطابق ایسے مسائل جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے اس میں گواہوں کی تعداد شرط نہیں یعنی ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے ہاں چار کی تعداد پوری کرنا ضروری ہے۔ مالکیہ کے ہاں دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

جرم زنا کے علاوہ حدود قصاص میں عورت کی گواہی

جرم زنا کے علاوہ دیگر حدود جیسے جرم سرقہ اور جرم شراب نوشی وغیرہ کے ثبوت میں بھی عورت کی گواہی معتبر نہیں ان جرائم کے اثبات میں دو مردوں کی گواہی ضروری ہے۔اس پر فقہاء اربعہ کا اتفاق ہے البتہ بعض ظاہری فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔

اس سلسلے میں مذاہب اربعہ حنفیہ[21] مالکیہ[22] شافعیہ[23] اور حنابلہ[24] کی رائے یہ ہے کہ عورت حدود و قصاص میں عورت کی گواہی معتبر نہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ اپنی کتاب الام میں فرماتے ہیں:

---

18 القرآن، سورۃ البقرۃ، 282:2
19۔ المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدي، 116/3.
20۔ محمد علاء الدين أفندي، قرة عيون الأخيار: تكملة رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار، (بيروت: دار الفكر، 1995)، 490/7.
21۔ أبو عبد الله محمد بن الحسن الشيباني، كتاب الأصل (حيدر آباد: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، 1973)، 472/4.
22۔ مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي، المدونة (بيروت: دار الكتب العلمية، 1994)، 9/4.
23۔ أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي، الأم (بيروت: دار الفكر، 1990)، 316/5.
24۔ ابن قدامة، المغني، 126/14.

لم أعلم أحدا من أهل العلم خالف في أن لا يجوز في الزنا إلا الرجال[25]

مجھے اہل علم میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ اس نے زنا میں مردوں کی گواہی لازم ہونے میں اختلاف کیا ہو۔

ائمہ اربعہ کے علاوہ شیعہ زیدیہ یہی مذہب البتہ شیعہ /امامیہ زنا میں عورت کی گواہی قبول نہیں کرتے۔اور علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ لَا يَثْبُتُ الزِّنَى بِأَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةٍ عُدُولٍ ذُكُورٍ[26]

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جرم زنا 4 مذکر عادل گواہوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

اور المغنی میں علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

وهي الحُدودُ والقِصاصُ، فلا يُقبَلُ فيه إلَّا شَهادةُ رَجُلين[27]

فقہاء کے درمیان اس میں اختلاف نہیں کہ حدود قصاص میں صرف دو مردوں کی گواہی ہی معتبر ہے۔

اسی طرح احناف میں علامہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں:

لا تقبل في الزنا شهادة النساء مع الرجال، ولا نعلم في ذلك خلافا[28]

ان حضرات کے دلائل میں قرآن کی آیت ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے جرم زنا کے اثبات کے لیے چار گواہ ضروری ہیں۔ کہ درج ذیل ہیں۔[29]

قرآن میں آیات اس آیت میں ہے کہ جرم زنا کے ثبوت کے لئے تم چار گواہ قائم کرو۔ یہاں لفظ أربعۃ عدد ہے اور عربی لغت کے مطابق جب عدد مونث ہو تو معدود مذکر ہو گا۔ لہذا معدود مذکر ہو گا تو مطلب ہے کہ 4 مرد گواہ قائم کرو۔اس کے علاوہ وہ اس سلسلے میں جو واضح نص ہے وہ امام زہریؒ کا قول ہے:

مَضَت السنّةُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَالْخَلِيفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهِ: أَلَّا تَجُوزَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِي الْحُدُودِ[30]

25۔ الشافعي، الأم، 89/7.

26۔ أبوالوليد محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد ابن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد (قاهرة: دار الحديث، س ن)، 247/4.

27۔ ابن قدامة، المغني، 126/14.

28 ابن الهمام، فتح القدير على الهداية، 312/5.

29 القرآن، سورة النور، 4:24

30۔ محمد ناصر الدين الألباني، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل (بيروت: المكتب الإسلامي، 1985)، 295/8.

اگر اس نص کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ ضعیف ہے لیکن امام زہری سے اس طرح کا ایک اور قول ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے

لا يجلد في شيء من الحدود إلا بشهادة رجلين[31]

علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

بحر حال، یہ ایک ایسی نص ہے جس کو جمہور فقہاء نے لیا ہے تو گویا فقہا کی اکثریت کے ہاں اس کو تلقی بالقول حاصل ہے اور یہ زیادہ سے مرسل روایت اور یہ بہت سارے فقہاء کے ہاں مقبول ہے۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ عورتیں عموماً جرائم والی جگہوں سے خوفزدہ ہوتی ہیں اور ایسے مقامات پر جانے سے گریز کرتی ہیں، اگر ان کی موجودگی میں حدود و قصاص والے جرائم کا ارتکاب ہو جائے تو فطرتاً اس کی تفصیلات نہیں دیکھ سکتی بلکہ ایسی جگہ سے فوری کنارہ کش ہونے اور نظریں چرانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اپنی اس فطرت اور جبلت کی وجہ سے اگر وہ حدود و قصاص والے جرائم میں گواہی دیں گی تو وہ ان جرائم کی تفصیل کو اس گہرائی کے ساتھ بیان نہیں کر سکیں گی جن تفاصیل اور باریک بنی کی ضرورت گواہی دینے میں ہوتی ہے۔ چنانچہ ان سے غلطی کا احتمال مرد کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اور یہی وہ احتمال ہے جس کی بنیاد پر حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ حدود کے بارے میں ایک۔ اصول ہے کہ الحدود تدرأ بالشبهات

حدود اور قصاص میں عورت کی گواہی قبول والے فقہاء

عطاء بن ابی رباح کی رائے:

عطاء بن ابی رباح حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد ہیں، ان کی رائے یہ ہے کہ عورت کی گواہی حدود و قصاص سمیت تمام معاملات میں معتبر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی عمومی نصوص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی گواہی تمام معاملات میں قبول کی سکی۔[32]

علامہ ابن حزم الظاہری کی رائے:

علامہ ابن حزم الظاہری کی رائے یہ ہے کہ عورت کی گواہی تمام معاملات میں قبول ہے البتہ ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن جرم زنا میں چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُقْبَلَ فِي الزِّنَى أَقَلُّ مِنْ أَرْبَعَةِ رِجَالٍ عُدُولٍ مُسْلِمِينَ، أَوْ مَكَانَ كُلِّ

31 الألباني، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، 8/296.

32 ابن قدامة، المغني، 14/126.

رَجُلٍ امْرَأَتَانِ مُسْلِمَتَانِ عَدْلَتَانِ [33]

اور جرم زنا کے ثبوت کیلیے چار عادل مسلمان مردوں سے کم کی گواہی قبول کرنا جائز نہیں، یا ہر مرد کے مقابلے میں دو مسلم عادل عورتیں ہوں۔

حدود میں عورت کی گواہی قبولیت کے سلسلے میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت نے ایک بچے کو روند کر قتل کر دیا۔ اور اس قتل کے جرم کے ثبوت میں چار عورتوں نے گواہی دی، حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے ان کی گواہی کو قبول کیا اور عورت پر دیت لازم کرنے کا فیصلہ دیا۔[34]

جبکہ عورت کی گواہی کے نصف ہونے کی ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف نہیں ہے؟ تو عورتوں نے کہا کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ ان کے عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔[35]

علامہ ابن تیمیہ کی رائے

علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے یہ ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول کی جائیگی [36] دلیل یہ ہے کہ قرآن میں جس آیت میں کہا گیا ہے اگر مرد موجود نہ ہو تو دو عورتیں گواہی میں ایک مرد کے برابر تصور کی جائیں گی، وہ دراصل قاضی یا حاکم کو خطاب نہیں ہے، نہ ہی اس آیت میں فیصلہ کرنے کے اصول بیان کیے جا رہے ہیں، بلکہ یہ اپنے حق کی حفاظت کا طریقہ بتایا گیا اور اس سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ حق کی حفاظت ایک طریقہ یہ ہے کہ معاملے کو لکھ لیا جائے۔ اور حق کی حفاظت جیسے قاضی کی عدالت میں ہوتی ہے اسی طرح اور طریقوں سے بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا آیت کا تعلق حقوق کی حفاظت سے ہے نہ کہ فیصلے سے۔ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں یہ حقوق کی حفاظت کا نصاب بیان کیا گیا ہے نہ کہ فیصلے کرنے کے لیے گواہی کے نصاب کا۔ چنانچہ اس آیت میں مذکور گواہی کے بارے میں جو کچھ مذکور ہے اس سے عدالت میں نصاب شہادت پر استدلال درست نہیں۔

علامہ شوکانیؒ کی رائے:

علامہ شوکانیؒ کی بھی یہی رائے ہے آیتِ قرآنی کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے، گواہوں میں مرد اور عورت کی تخصص نہیں البتہ ایک مرد کے مقابلے دو عورتیں ہوں۔

33۔ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد ابن حزم، المحلى بالآثار، تحقيق: عبد الغفار سليمان البنداري (بيروت: دار الفكر، س ن)، 476/8.

34 ابن حزم، المحلى بالآثار، 480/8.

35 بخاري، صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب: شَهَادَةِ النِّسَاءِ، حديث: 2515، 941/2.

36۔ تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام ابن تيمية، الفتاوى الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية، 1987)، 576/5.

جب آیت عام ہے تو ایسی کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں جس کے ذریعے اس آیت کے عموم میں تخصص کی جاسکے۔ لہٰذا حدود اور قصاص میں بھی عورت کی گواہی معتبر ہو گی۔

آرا کا تجزیہ

عورت کی گواہی کے سلسلے میں ایک بات مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ گواہی دینا ایک ذمہ داری ہے نہ کہ حق، لہذا جو لوگ عورت کی گواہی میں شرعی احکام کو اس نظر سے دیکھتے ہیں عورت کی گواہی کا دائرہ محدود ہونے سے یا ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی سے عورت کو کم درجہ دیا گیا ہے، تو بادی النظر میں نہ خیال درست معلوم نہیں ہوتا۔ شریعت نے عورت کے فطرت اور معاشرتی کردار کے پیش نظر گواہی میں اس کی ذمہ داری محدود کی ہے جیسے کہ نان نفقہ کے حوالے سے عورت کی ذمہ داری مرد کے مقابلے میں محدود ہے۔

تاہم دوسری طرف معاصر دنیا میں عورتوں کا کردار یا حالات مختلف ہیں۔ عورتوں کا گھر سے باہر جانا کام کرنا اور مردوں کے ساتھ ان کا آمنا سامنا ہونا کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس کے نتیجے میں خواتین کی جرات اور خود اعتمادی پرانے زمانے کی عورتوں سے مختلف ہے۔ اس وجہ سے اس پہلو کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

لہٰذا عام میں تو عورت کی گواہی حدود و قصاص میں معتبر نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ عورت اپنی فطرت میں حدود و قصاص کی گواہی کے لئے مناسب نہیں ہے۔ البتہ بعض خاص احوال میں عورتوں کی گواہی کو قبول کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ ان میں ایک صورت یہ ہے کہ اگر جرم کا ارتکاب ایسی جگہ پر ہوا، جہاں صرف خواتین ہی ہوں وہ مرد نہ ہوں تو ایسی صورت حال میں عورتوں کی گواہی معتبر سمجھی جانی چاہیے۔ اور اس سلسلے میں ائمہ اربعہ میں اسے امام احمد بن حنبلؒ کا قول بھی ہے کہ وہ اس کی جواز کے قائل ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایسی صورت حال میں عورتوں کی گواہی متعبر نہ ہو تو۔۔۔ (جس کے خلاف جرم ہوا) اس کا حق ضائع ہو گا۔ اس لئے ایسے مواقع میں عورت کی گواہی معتبر ہو گی۔

البتہ اس سلسلے میں پھر قرآن کے نص أن تضل إحداهما فتذكر إحداهما الأخرى کا لحاظ کرتے ہوئے ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو رکھ کر گواہی کا نصاب پورا کیا جائے۔ دو مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے تو وہاں 4 عورتوں کی گواہی سے نصاب پورا ہو جائے گا۔

مصادر و مراجع

القرآن مجید

أفندي، محمد علاء الدين. قرة عيون الأخيار: تكملة رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار. بيروت: دار الفكر، 1995.

ابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد. فتح القدير على الهداية. بيروت: دار الفكر، 1970.

ابن تیمیة، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام. الفتاوی الکبری. بیروت: دار الکتب العلمیة، 1987.

ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعید. المحلی بالآثار، تحقیق: عبد الغفار سلیمان البنداري. بیروت: دار الفکر، س ن.

ابن رشد، أبو الولید محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد. بدایة المجتهد و نهایة المقتصد. قاهرة: دار الحدیث، س ن.

ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد. المغني. ریاض: دار عالم الکتب للطباعة والنشر والتوزیع، 1997.

ابن مفلح، إبراهیم بن محمد بن عبد الله بن محمد. المبدع في شرح المقنع. بیروت: دار الکتب العلمیة، 1997.

الأصبحي، مالک بن أنس بن مالک بن عامر. المدونة. بیروت: دار الکتب العلمیة، 1994.

الألباني، محمد ناصر الدین. إرواء الغلیل في تخریج أحادیث منار السبیل. بیروت: المکتب الإسلامی، 1985.

الدسوقي، محمد بن أحمد بن عرفة. حاشیة الدسوقي علی الشرح الکبیر. بیروت: دار الفکر، س ن.

السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة. المبسوط. مصر: مطبعة السعادة، س ن.

الشافعي، أبو عبد الله محمد بن إدریس. الأم. بیروت: دار الفکر، 1990.

الشیباني، أبو عبد الله محمد بن الحسن. کتاب الأصل. حیدر آباد: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیة، 1973.

العثمانیة، لجنة مکونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة. مجلة الأحکام العدلیة. کراتشي: نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب، س ن.

الفیومي، أحمد بن محمد بن علي. المصباح المنیر في غریب الشرح الکبیر. بیروت: المکتبة العلمیة، س ن.

المرغیناني، أبو الحسن برهان الدین علي بن أبي بکر الفرغاني. الهدایة في شرح بدایة المبتدي. بیروت: دار احیاء التراث العربي، س ن.

النیسابوري، أبو الحسین مسلم بن الحجاج القشیري. صحیح مسلم. بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1955.

بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعیل. صحیح البخاري. بیروت: دار طوق النجاة، 1422.